

درویش!

فور بز دنیا کے امیر ترین لوگوں کے متعلق ایک جریدہ ہے۔ کہ ارض پر کتنے ارب پتی ہیں۔ کون سب سے زیادہ دولتمدار انسان ہے۔ سب کچھ، اسی رسالہ میں موجود ہوتا ہے۔ پوری دنیا میں فور بز میں درج شدہ باتیں مستند ترین مانی جاتی ہیں۔ کچھ دن پہلے شائع ہونے والے میگزین کے سروق پر ایک بوڑھے انسان کی تصویر موجود ہے۔ اسکے چہرے پر جھریاں ہی جھریاں ہیں۔ سادہ سے لباس میں ملبوس شخص کے دونوں ہاتھ میز پر رکھے ہوئے ہیں۔ ہاتھوں کی جلد میں لکیریں ہی لکیریں ہیں۔ اس تصویر کی سب سے اہم چیز اس خوبصوردار انسان کے چہرے پر ملکوتی سکون ہے۔ ایک ایسی کیفیت جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حدود جہ پختہ ڈھنی منزلیں عبور کر چکا ہے۔ زندگی کے آخری سفر میں اب وہ ایک خوبصورت تراشہ ہوا ہیرا ہے۔ چک فینی نام کا یونے سالہ بزرگ دنیا کے امیر ترین لوگوں میں سے ایک ہے۔ مگر یہ ہرگز ان جیسا نہیں ہے۔ ایک ہفتہ پہلے، چک فینی نے اپنی تمام جائیداد، لوگوں کی فلاں و بہبود کیلئے وقف کر دی۔ اعلان کر دیا کہ ایک فلاش انسان کے طور پر دنیا چھوڑنا چاہتا ہے۔ کسی قسم کی دولت کی آلاش کے بغیر۔ کسی بھی ترک کے بغیر۔ شائد ذہن میں آئے کہ نمائشی طور پر چند بیان ڈال مختلف فلاجی تنظیموں کو دان کر دیے ہوں گے۔ مگر نہیں جناب، بالکل نہیں۔ اسکی کل جائیداد آٹھ بیان ڈال رکھی۔ تمام، ہم اس نے خیرات کر دی ہے۔ آٹھ بیان ڈال راتنی کشیر قم ہے کہ اندازہ لگانا کافی مشکل ہے۔ ہمارے جیسے ”دس نمبر ملک“، تو غیر ملکی اداروں کے سامنے اٹھ جاتے ہیں۔ جب کہیں دو تین بیان ڈال رقرضہ ملتا ہے۔ اسکے بعد ہماری اقتصادی ٹیم جھوٹی فتح کے ڈنکے بجائی ہوئی واپس آتی ہے۔ فخری طور پر بتایا جاتا ہے کہ ہمارے ملک کی اتنی بہتر سماں ہے کہ ورلڈ بینک یا آئی ایم ایف نے جاتے ہی ہمارے ”وزیر بے خزانہ“ کے سامنے ہاتھ جوڑے اور عرض کی کہ جناب آپ نے آنے کی تکلیف کیوں کی۔ ہمیں حکم دیا ہوتا، ہم ڈال رکی گھڑڑی سر پر لا دکر آپکی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ اس قسم کا جھوٹ گزشتہ تہتر بر س سے ملک میں یکسوئی اور ”کامل دروغ گوئی“ کے ساتھ بولا جا رہا ہے۔ عرض کرنے کا مقصد صرف ایک ہے کہ جتنا قرضہ ہم ایڑیاں رکڑ رکڑ کر حاصل کرتے ہیں اس سے بہت زیادہ، چک فینی نے انسانیت کی راہ میں خرچ کر ڈالا ہے۔ یہ ایک عمدہ مثال نہیں، بلکہ فرشتوں جیسا کردار ہے۔ بے لوث اور عام لوگوں سے محبت کرنے والا شاداب کردار۔

شائد آپکے ذہن میں سوال اُبھر رہا ہو کہ چک فینی نے اتنی بیش بہادر دولت کیسے اور کیونکر حاصل کی۔ کیا وہ پاکستان یا اس جیسے ملک کا کوئی سابقہ وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ یا کوئی سرکاری ملازم تونہیں۔ ہاں ایک مقبول جملہ تو بھول ہی گیا۔ کیا چک فینی نے دھیلے کی کرپشن تونہیں کر ڈالی۔ پر جناب، اس طرح کی کوئی بھی ادنیٰ بات نہیں۔ انتہائی متوسط طبقے میں پیدا ہونے والا شخص، حدود جہ درمیانے سے حالات میں زندہ رہا۔ 1960 میں سیاحوں کیلئے ”ڈیوٹی فری شاپس“ کھولنے کا رہنمایا بڑھ رہا تھا۔ مقصد یہ کہ سیاحوں کو ستے داموں پر ہر چیز مہیا کی جائے۔ چک فینی نے 1960 میں Dutyfree Shoppers Group نام کی ایک کمپنی تشکیل دی۔ سب سے پہلی ڈیوٹی فری شاپ ہاگ کا نگ میں کھولی گئی۔ چک فینی کو مشرقی تاجر طبقے کی علتوں کا اندازہ نہیں تھا۔ کچھ عرصہ ہاگ کا نگ کی شاپ پر رہا تو اسے ایک

عجیب اندازہ ہوا۔ ارگو کے تمام مشرقی تاجر ہر چیز کے تین گناہام وصول کرتے تھے۔ فینی کی نظر میں یہ گاہک کے ساتھ ظلم تھا۔ اس نے اپنی ڈیوٹی فری شاپ پر درمیانے منافع پر چیزیں فروخت کرنی شروع کر دیں۔ قدرت نے اسکا ہاتھ تھا اور اسکی ڈیوٹی فری دکانیں، پورے یورپ اور امریکہ میں پھیل گئیں۔ تھوڑے عرصے میں سالانہ منافع تین سو ملین ڈالر تک پہنچ گیا۔ فینی نے ایک حد درجہ، بڑا، فیصلہ کیا۔ وہ بھی اس طرح کہ کسی کو بھی اسکے خیراتی کاموں کی بھنک نہ پڑے۔ کسی کو بتائے بغیر اپنا منافع، فلاہی تنظیموں کو دینا شروع کر دیا۔ شرط صرف ایک تھی کہ کسی کو بتایا نہیں جائیگا کہ یہ پیسے کون دے رہا ہے۔ ہاں، اسکا نمائندہ ایک سرٹیفیکیٹ ضرور دینا تھا کہ یہ تمام پیسے جائز ذرائع سے کمائے گئے ہیں۔ فینی کا کاروبار بڑھتا چلا گیا۔ تیس سال کے عرصے میں وہ دنیا کے پہلے دس امیرترین لوگوں میں آگیا۔ 1997 میں کسی اخباری نمائندے نے حد درجہ ریاضت سے معلوم کر لیا کہ اداروں میں پیسے تقسیم کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ چک فینی ہے۔ تین دہائیوں میں اس ”مرد عجیب“ نے ایک انٹرویوٹک نہیں دیا تھا۔ دنیا میں اسے ”خیرات کرنے والا جیمز بانڈ“ کہا جانے لگا۔ پلیسٹی سے حد درجہ دور، چک فینی خاموشی سے اپنی دولت کو انسانیت کی فلاح و بہبود کیلئے صرف کرتا رہا۔

چک فینی، کارنل یونیورسٹی کا فارغ التحصیل تھا۔ یونیورسٹی میں تعلیم کی ترویج اور غریب طالب علموں کی امداد کیلئے اس نے ”ایک بلین، ڈالر مختص“ کیے۔ نیویارک میں ٹیک کیمپس بنانے کیلئے تین سو پچاس ملین ڈالر دے ڈالے۔ چک فینی کا خاندان، آئرلینڈ سے امریکہ منتقل ہوا تھا۔ اپنی جنم بھومی کی دو یونیورسٹیوں کی ترقی کیلئے ایک بلین ڈالر خیرات کر دیے۔ یہ کوئی بہت معروف درسگاہ ہیں نہیں تھیں۔ ایک کانام University of Limerick Dublin City University اور دوسرا درسگاہ کا نام University of Limerick ہے۔ فینی نے محسوس کیا کہ آئرلینڈ میں آئرش آرمی بہت فساد برپا کر رہی ہے۔ امن کی خاطر اس دہشت گرد تنظیم سے رابطہ کیا۔ انکے ممبران کی فلاح و بہبود کیلئے خطیر رقم مہیا کی۔ آہستہ آہستہ فینی کی کوششوں سے آئرلینڈ میں مکمل امن قائم ہو گیا۔ کورین وار میں فینی ایشاء کی جنگ میں ملوث علاقوں میں کافی عرصہ نوکری کرتا رہا تھا۔ اندازہ تھا کہ ایشاء کے ممالک جیسے ویتنام، صحت کی سہولتوں کے حوالے سے بہت پچھے ہیں۔ فینی ویتنام چلا گیا اور اپنی ذاتی گرہ سے پورے ملک کے صحت کے نظام کو بہترین بنادا۔ اس پر بھی ایک بلین ڈالر سے زیادہ خرچ کیے۔ 2011 میں دنیا کے پہلے پندرہ امیرترین لوگوں نے ایک معاائدہ کیا۔ اسکا نام The Giving Pledge تھا۔ معاائدے میں بل گیٹس اور وارن بوفٹ بھی شامل تھے۔ فینی نے ان تمام لوگوں کو خط لکھا کہ کسی بھی آدمی کو اتنی زیادہ دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا وہ مرنے سے پہلے اپنی تمام دولت فلاہی اور تعلیمی اداروں میں تقسیم کر دیگا۔ بل گیٹس نے جواباً کہا، کہ اس پوری دنیا میں اسکا صرف ایک ہی روہ ہے اور وہ ہے چک فینی۔ ایک اور اہم بات جو کہ کافی تلخ بھی ہے۔ ان تمام لوگوں میں جنہوں نے اپنی دولت تقسیم کرنے کا معاائدہ کیا۔ ان میں ایک بھی مسلمان نہیں تھا۔ حالانکہ برناٹی کا بادشاہ، سعودی عرب اور مشرقی وسطیٰ کے حادثاتی حکمران، حد درجہ امیر لوگ ہیں۔ مگر ایک بھی مسلمان امیر شخص نے اس انسانی کوشش میں حصہ نہیں ڈالا۔ یہ اعزاز صرف ”کافروں“ کے حصے میں آیا کہ لوگوں کی فلاح کیلئے انہوں نے اپنی ساری دولت خیرات کر ڈالی۔

فینی اب سان فرانسکو میں رہتا ہے۔ اسکے پاس ذاتی گھر نہیں ہے۔ وہ اور اسکی بیوی کرایہ کے فلیٹ میں قیام پذیر ہیں۔ فینی نے

گاڑی نہیں خریدی۔ آنے جانے کیلئے ٹیکسی یا بس استعمال کرتا ہے۔ پوری زندگی ہوائی جہاز کی اکانومی کلاس میں سفر کیا۔ کبھی بھی بزنس کلاس کا رخ نہیں کیا۔ اسکے پاس جو گھٹری ہے، اسکی قیمت صرف دس ڈالر ہے اور وہ Casio کی بنی ہوئی ہے۔ آج کل کوئی بھی اس گھٹری کو پہننا پسند نہیں کرتا۔ سفر کے دوران اپنے تمام کاغذات کسی دیدہ زیب بریف کیس کی بجائے ایک تھیلے میں رکھتا ہے۔ صرف اسلیے کہ بریف کیس مہنگا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ پیسے اپنی آسائش کی بجائے کسی انسان کی مدد کرنے پر زیادہ مناسب گردانتا ہے۔ معمولی لباس زیب تن کرتا ہے۔ اس سے زیادہ کیابات لکھوں کہ اس نے ذاتی دولت، اپنے خاندان اور اپنی نمائش کیلئے استعمال نہیں کی۔ بلکہ تعلیم، امن، صحت اور اس جیسے اچھے شعبوں میں صرف کرڈالی۔

یہ سب کچھ بتانے کے بعد، میری درخواست ہے کہ آپ اپنے ملک کے پہلے پندرہ امیر ترین لوگوں کی فہرست بنائیں۔ آزادی ہے کہ اتنی معلومات اور عقل کو بروئے کارلا کر ملک کے پندرہ امیر ترین لوگوں کے نام ضبط تحریر کریں۔ پھر انہائی سنجیدگی سے تجزیہ کریں کہ ان امیر لوگوں نے عام پاکستان کی فلاح و بہبود کیلئے اپنا پیسہ استعمال کیا یا نہیں؟ حیران رہ جائیں گے کہ ان لوگوں نے ملک کو بے دردی سے لوٹنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔ سیاستدانوں کو توڑ رہنے دیجئے۔ انکی ڈاکہ زندگی تو زبان ذدعالم ہے۔ مگر ہمارے نامی گرامی صنعتکاروں نے بھی کم خلم نہیں کیا۔ بینکوں سے لیے گئے قرضے ہڑپ کرنا، ٹیکس نہ دینا، انہائی مہنگے داموں اپنی اشیاء کو بیچنا، لوگوں کی رگوں سے آہستہ آہستہ خون نچوڑنے کے علاوہ انکے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ آج تک نہیں دیکھا کہ ہمارے ملک کے امیر ترین لوگوں نے باہمی معائدہ کیا ہو، کہ وہ اپنی دولت، پاکستان کے تعلیمی اداروں اور ہسپتاں کو بہتر بنانے کیلئے خرچ کریں گے۔ آج تک سننے میں نہیں آیا کہ ہمارے امیر ترین بدمعاشیہ نے اعلان کیا ہو، کہ ہم پیپل ایمیٹس، کینسر اور دیگر موزی بیماریوں کی دوائیں لوگوں میں مفت تقسیم کریں گے۔ نام نہیں لینا چاہتا۔ مگر ہر ایک کو ان لوگوں کی اصلیت کا پتہ ہے کہ یہ کیسے منفی داؤ لگا کر امیر ہوئے ہیں۔ میری نظر میں یہ ”ذہنی قلاش“، انسان ہیں جو اپنی اولاد کے مفاد سے آگے دیکھنے سے قاصر ہیں۔ انہیں دولت، ایک سزا کے طور پر دی گئی ہے۔ ان میں بڑے دل کا شخص ڈھونڈناحد درجہ یقوقی ہے۔ یہ وہ ڈاکو ہیں جو ہماری نسلیں تباہ کرچکے ہیں۔ مگر تھوڑا سا غور کیجئے۔ چک فینی جیسا دارو لیش ہمارے ملک کے نصیب میں کیوں نہیں ہے؟ خدا نے ہمیں اور مسلم دنیا کو اتنا بانجھ کیوں کر دیا ہے کہ یہاں صرف شعبدے بازاور ٹھنگ ہی پیدا ہوتے ہیں۔ چک فینی جیسے درو لیش نہیں!

راوِ منظر حیات